سوال

(121)جو شخص اذان سن کر بغیر عزر کے جماعت میں حاضر نہ ہو' اکیلا نماز پڑھے تو کیا حکم ہے

جواب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جو شخص اذان کی آواز سنے اور بغیر عذر شرعی کے جماعت میں نماز کے لیے حاضر نہ ہو تو اس کی نماز بعد میں اکیلے پڑھنے سے نہیں ہوتی۔ ایک فریق کا یہ بیان ہے اور دوسرا فریق کہتا کہ اگر دکانداری یا نوکری وغیرہ کی وجہ سے جماعت میں شریک نہ ہو تو بعد میں اکیلے نماز پڑھ سکتا ہے لیکن جماعت کی فضیلت اور خوبی سے محروم ہوگا۔ سوال یہ ہے کہ دونوں میں سے حق بجانب کون ہے؟

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

اقول و باللہ التوفیق: نماز باجماعت کے لیے احادیث میں جس قدر تاکید ہے اس کی بنا پر صحابہ کرام اور علمائے سلف نے نماز باجماعت کو واجب بلکہ فرض لکھا ہے۔ اس لیے سب سے پہلے سائل کو یہ معلوم ہو جانا چاہیے کہ جماعت چھوٹ جانے سے صرف اتنا ہی نہیں کہ ایک خوبی اور سنت سے نمازی محروم ہوگیا، بلکہ ترکِ واجب سے ایک معصیت کا مرتکب ہو گیا۔

سب سے پہلے صحیح بخاری کو دیکھیے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے لیے یہ عنوان قائم ہے باب وجوب صلاۃ الجماعۃ اس باب میں امام بخاری نے ایک تو حضرت حسن بصری کا ایک قول نقل کیا ہے۔ مختصراً جس کو حافظ ابن حجرؒ نے مصلاً یوں نقل کیا ہے۔ ایک شخص نے حسنؒ سے دریافت کیا کہ ایک شخص نفلی روزہ رکھے اور اس کی والدہ اس کو روزہ توڑنے کا حکم دے تو کیا حکم ہے انہوں نے کہا کہ روزہ توڑ دے، اور اس شخص پر روزہ کی کوئی قضا نہیں بلکہ اس کو روزہ کا ثواب بھی ملے گا، اور مزید برآں یہ کہ والدہ کے حکم کی اطاعت کا ثواب بھی ملیگا، پھر اُن سے یہ سوال کیا گیا کہ والدہ اگر اپنے بیٹے کو شفقتِ پدری کی وجہ سے عشاء کی نماز باجماعت مسجد میں جا کر پڑھنے سے منع کرے۔ تو کیا کرے؟ کہا کہ والدہ کو یہ حق حاصل نہیں۔ کیوں کہ نماز باجماعت فرض ہے۔ اس کے بعد امام بخاریؒ نے وہ مشہور حدیث ذکر کی ہے جس میں جماعت سے غیر حاضر رہنے والوں کے مکانات کے جلادینے کی تہدید موجود ہے۔ حافظ ابن حجرؒ فتح الباری میں اس حدیث کے ذیل میں فرماتے ہیں۔

واما حدیث الباب فظاھر فی کونھا فرض عین لانھا لو کانت سنۃ لم یھدد تارکھا بالتحریق ولو کانت فرض کفایۃ لکانت قائمۃ بالرسول ومن معہ اس کے بعد حافظ صاحب فرماتے ہیں۔ والی القل بانھا فرض عین ذھب عطاء والاوزاعی واحمد وجماعۃ من محدثی الشافعیۃ کابی تور وابن خزیمۃ وابن المنذر وابن حبان وبالغ داوٗد ومن تبعہ فجعلھا شرطا فی صحۃ الصلٰوۃ۔ (فتح جلد دوم صفحہ ۱۰۴ مصر)

حافظ ابن قیم نے اپنی مشہور تصنیف کتاب الصلوۃ میں اس مسئلہ پر نہایت مفصل بحث کی ہے شاید ایسی مفصل اور جامع بحث کسی دوسری کتاب میں نہ ہو۔

اس کے متعلق حافظ ابن قیم صاحب نے خود ہی پہلے یہ سوال کیا ہے کہ جو شخص نماز باجماعت دانہیں کرتا یعنی کوئی شرعی عذر نہیں ہے اور پھر وہ نماز باجماعت نہیں ادا کرتا اور اکیلے پڑھتا ہے کیا اس کی نماز ہوجاتی ہے؟ پھر خود ہی اس کے جواب میں فرماتے ہیں۔

کہ یہ مسئلہ دو چیزوں پر مبنی ہے کہ تو یہ کہ نماز باجماعت فرض ہے یا سنت اور اگر فرض ہے تو کیا یہ صحت نماز کے لیے شرط ہے یا نماز بغیر جماعت کے ہو جاتی ہے لیکن ترک جماعت

کی وجہ سے وہ گنہگار ہوجاتا ہے۔ اس کے بعد دونوڈں صورتوں کے متعلق علماء سلف کا اختلاف نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ اما المسئلۃ الاولیٰ فاختلف الفقھاء فیھا فقال بوجوبھا عطاء بن ابی رباح والحسن البصری وابو عمرو الاوزاعی وابو ثور والامام احمد فی ظاھر مذھبہ ونص علیہ الشافعی فی مختصر المزنی فقال واما الجماعۃ فلا ارخص فی ترکھا الا من عذر وقالت الحنفیۃ والمالکیۃ ھی سنۃ الموکدۃ ولکنھم یؤثمون تارک السنن الموکدۃ ویصحون الصلاۃ بدونھا والخلاف بینھم وبین من قال انھا واجبۃ لفظی وکذالک صرح بعضھم بالوجوب۔ (کتاب الصلوٰۃ امام ابن قیمؒ ص ۵۶۹تا ص ۵۷۱ مصری)

فرضیت یا وجوب نماز باجماعت پر حافظ ابن قیم صاحب نے قرآن وحدیث سے بارہ دلائل اس کے ذیل میں لکھے ہیں۔ اور منکرین وجوب کے دلائل اور اعتراضات کا مفصل اور شافی جواب تحریر کیا ہے اور نصوص کتاب وسنت کے علاوہ حضرت عائشہؓ، ابن عباسؓ، علیؓ ابوہریرہؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، ابو موسیٰ اشعری اور امام حسنؒ کے صریح اقوال وجوب جماعت کے متعلق ذکر کیےہیں۔ یہ تمام تفصیل مصری ٹائپ کے ۱۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کے بعد دوسرے مسئلہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ جماعت صحتِ نماز کےلیے شرط ہے یا نہیں؟ اس بارہ میں جو علماء اور ائمہ دین وجوب جماعت کے قال ہیں ان میں اختلاف ہے دو گروہ ہیں:

احدھما انھا فرض یاثم تارکھا وتبرأ ذمتہ بصلاتہ وحدہ۔ وھذا قول اکثر المتاخرین من اصحاب احمد فی روایۃ حنبل فقال اجابۃ الداعی الی الصلوٰۃ فرض ولو ان رجلاً قال ھی عندی سنۃ اصلیھا فی بیتی مثل الوتر وغیرہ لکان خلاف الحدیث وصلاتہ جائزۃ وفی روایۃ ثانیۃ ذکرھا ابوالحسین الزعفرانی فی کتاب الاقناع انھا شرط للصحۃ فلا تصح صلاۃ من صلی وحدہ حکاہ القاضی من بعض الاصحاب واختارہ ابوالوفا ابن عقیل وابوالحسن التمیمی وھو قول داؤد واصحابہ۔

اوراسی طرح امام ابن تیمیہ نے ''اختیارات العلمیہ'' میں تحریر کیا ہے۔ واذا قلنا ھی واجبۃ علی الاعیان وھو المنصوص عن احمد وغیرہ من ائمۃ السلف وفیھا الحدیث فھولاء۔ تنازعوا فی اذا ترکوا لغیر عذر ھل تصحی صلاۃ علی قولین احدھما لا تصح وھو قول طائفۃ من قدماء اصحاب احمد والشافی تصح مع ائمۃ بالترک وھو الاکثر من احمد وقول اکثر اصحابہ و(کتاب اختیارات ابن تیمیہ ص ۴۰ مصر)

حافظ ابن قیم نے کتاب الصلوٰۃ میں امام ابن منصذر کا یہ قول نقل کیا ہے۔ فلا ارخص لمن قدر علی صلاۃ الجماعۃ فی ترک اتیانھا الا من عذر وان تخلف احدھما فصلی منفرد الم تکن علیہ اعادتھا صلی ھا قبل الامام او بعدہ الا صاۃ الجمعۃ فان من صلی ھا ظھر اقبل صلاۃ الامام کان علیہ اعادتھا لان ایتانھا فرض (کتاب الصلوٰۃ ص ۵۷۱)

حافظ ابن حجرؒ فتح الباری باب وجوب الجماعۃ کے ذیل میں اختلاف ائمہ ذکر کرتے ہوئے امام احمدؒ کا قول صرف وجوب کا ذکر کیا ہے نہ کہ شرطتیہ کا۔

وبالغ داؤد من تبعہ فجعلھا شرطا فی صحۃ الصلاۃ ولما کان الوجوب قد ینفک عن الشرطیۃ قال احمد انھا واجبۃ غیر شرط (جلد اول ص ۳۵۷)

خلاصہ

اس تمام تفصیل کا ماحصل یہ ہواکہ سوال کا دارومدار دو مسئلوں پر ہے۔ ایک تو یہ کہ نماز باجماعت ادا کرنی واجب ہے۔ یا صرف افضل اور موجب ثواب ہے۔ اور اگر واجب ہے تو کیا یہ صحتِ نماز کےلیے شرط ہے۔ یعنی جماعت کے بغیر نماز نہیں ہوتی یا شرط نہیں، یعنی نماز تو ہوجاتی ہے لیکن ترکِ جماعت کی وجہ سے معصیت اور گناہ کا مرتکب ہوجاتا ہے۔

اول مسئلہ کے متعلق امام بخاریؒ، امام احمدؒ، امام شافعیؒ، ابن المنذرؒ، حسن بصریؒ، ابن خزیمہؒ، ابن حبان، ابوثور، عطا بن ابی رباح اور اوزاعی کا فتویٰ یہ ہے کہ نماز باجماعت واجب ہے اور بغیر عذر شرعی کے جماعت کا چھوڑنا جائز نہیں۔ اور اگر کوئی چھوڑ دے تو نماز ادا تو ہوجائے گی، لیکن ترک جماعت کی وجہ سے مرتکب معصیت کا ہوگا۔ کیوں کہ ترکِ واجب معصیت ہے۔

وجوب جماعت کے جو لوگ قائل ہیں ان میں سے صرف داؤد ظاہری اور بعض حنابلہ کا یہ قول ہے کہ جماعت واجب اور صحت نماز کےلیے شرط ہے اگر جماعت فوت ہوجائے تو نماز اکیلے نہیں ہوگی۔ لیکنیہ قول مرجوع ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے اسی واسطے اس کا ذکر اس طریق پر کیا ہے۔ کہ بالغ داؤد ومن تبعہ فجعلھا شرطا فی صحۃ الصلوٰۃ۔ یعنی دائود ظاہری نے وجوب جماعت میں مبالغہ کردیا۔ اور اس کو صحتِ نماز کےلیے شرط قرار دیا۔ بعض حنابلہ بھی اس کے قائل ہیں لیکن امام احمد بن حنبل کا قول جیسا کہ امام ابنتمیہ، حافظ ابن قیم اور حافظ ابن حجرؒ نے لکھا ہے۔ یہی ہے کہ وہ وجوب جماعت کے قائل ہیں۔ لیکن جماعت کو صحت نماز کےلیے شرط نہیں مانتے، تو گویا بقول حافظ ابن حجرؒ جس طرح نماز جمعہ کی صحت کےلیے جماعت شرط ہے اس طرح پانچوں وقت کی نمازوں کی صحت کےلیے شرط نہیں البتہ ترک جماعت بہت بڑی معصیت اور گناہ ہے۔ جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت وعید اور تہدید فرمائی ہے۔

دوسرا گروہ علماء کا وہ ہے جو نہ وجوب جماعت کا قائل ہے نہ جماعت کو شرطِ صحت نماز قرار دیتا ہے۔ یہ گروہ حنفی اور مالکی علماء کا ہے۔ یہ جماعت کو سنت مؤکدہ کہتے ہیں لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ سنت مؤکدہ کا تارک گنہگار رہوتا ہے۔ اس لیے یہ اختلاف کوئی زیادہ اہم نہیں بلکہ جیسا کہ حافظ ابن قیم نے کہا ہے یہ لفظی اختلاف ہے۔

اس لیے یہ کہنا بے جا نہ ہوگا۔ کہ سوائے ظاہریہ اور بعض حنابلہ کے اکثر ائمہ دین علماء سلف اور صحابہ کرام کا فتویٰ اس بارہ میں یہی ہے کہ نماز باجماعت بغیر عذر شرعی کے چھوڑنے والا گناہ گار اور عاصی ہوگا۔ لیکن نماز اس کی منفرد ہو جاتی ہے۔ سوائے نماز جمعہ کے کہ وہ بلاجماعت ہوتی ہی نہیں۔

لیکن ترک جماعت کیسی معصیت ہے اور اس معصیت کا درجہ کس قدر ہے یہ معلوم کرنے کے لیے امام احمدؒ کی بعض تحریروں کی طرف توجہ منعطف کرانا چاہتا ہوں۔ امام احمدؒ نے نماز کی طرف سے عام لوگوں کی بے توجہی اور غفلت کو دیکھتے ہوئے ایک رسالہ ''الرسالۃ السنیۃ'' کے نام سے لکھا ل ہے، اس میں لوگوں کی نماز کی طرف سے بے اعتنائی اور سستی اور اوقات نماز کی طرف سے غفلت اور ارکان نماز کی صحیح ادائیگی میں کوتاہی اور حضور جماعت سے تخلف پر بعض ایسی دردناک تحریریں گسپرد قلم کی ہیں کہ ان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام نے لوگوں کی بے دینی کو بڑے درد و کرب کے ساتھ دیکھا ہے اور اسی سے متاثر ہو کر یہ تحریریں قلم بند کی ہیں اس لیے ہر وہ شخص جس کے دل میں دین کی غربت اور اسلام کا ضعف کا درد ہے۔ وہ آنسو بہائے بغیر ان تحریروں کو نہیں پڑھ سکتا، خدا کرے کہ آپ کے سوالات کے جوابات اس میں موجود ہوں اور آپ بھی ان سے اسی طرح متاثر ہوں، جس طرح کہ اللہ کے بندے اس سے متاثر ہوتے ہیں۔

فامروا رحمکم اللہ بالصلوٰۃ فی المساجد من تخلف عنھا واعاتبوھم اذا تخلفوا عنھا وانکروا علیھم بایدیکم فان لم تستطیعوا فبالسنتکم واعلموا انہ لا یسعکم السکوت عنھم لان التخلف عن الصلاۃ عظیم المعصیۃ فقد جاء عن النبي صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال (لقد ھممت ان اٰمر بالصلاۃ فتقام ثم اخالف اٰلی قوم فی منازلھم لایشھدون الصلوٰۃ فی جماعۃ فاحرقھا علیھم) فھدوھم النبی صلی اللہ وسلم بحرق منازلھم فلولا ان تخلفھم عن الصلوٰۃ فی المسجد معصیۃ کبیرۃ عظیمۃ۔ لما ھددھم النبی صلی اللہ علیہ وسلم بحرق منازلھم وجاء الحدیث (لا صلوٰۃ لجار المجسد الا فی المسجد) وجار المسجد الذی بینہ و بین الکسجد اربعون دارا۔ فالصلوٰۃ اول فریضۃ فرضت علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھی اخرما اوصیٰ بھا امتہ عند خروج من الدنیا وھی اخرما یذھب من الاسلام لیس بعد ذھابھا اسلام ولا دین۔

شرعی عذر

باقی رہا یہ امر کہ تخلف عن الجماعت کے لیے کون کون سے عذر ہیں، جنھیں شریعت صحیح عذر قرار دیتی ہے اور ان عذروں کے ہوتے ہوئے تارکِ جماعت مرتکبِ معصیت نہیں ہوتا، سو اس کے متعلق عرض ہے کہ کتاب صحاح میں جو روایات اس بارہ میں موجود ہیں ان سب کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ (۱) بیماری (۲) خوف (۳) بارش (۴) سردی (۵) بھوک (۶) پیشاب پاخانہ کی حاجت (۷) جسم کا موٹاپا جس سے نقل و حرکت مشکل ہو جائے (صحیح بخاری) (۸) امام اس قدر لمبی نماز پڑھائے کہ مقتدیوں کے لیے ضرر بن جائے۔ اس حالت میں تخلف عن الجماعت موجب معصیت نہیں ہے۔ (۹) دکاندار جس کے مال کی حفاظت کرنے والا ملازم نہ ہو، جیسا کہ امام ابنِ حزمؒ نے محلی میں حدیث نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن اضاعۃ المال سے استدلال کرتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ خوف، اضاعت مال کے خیال سے اگر جماعت سے مختلف ہو جائے تو اس کو بھی معذور سمجھا جائے گا۔ باقی رہا یہ امر کہ وہ دکاندار جو اضاعتِ مال کے خیال سے اگر بلکہ صرف دکانداری کے لالچ میں بیٹھا رہے ان لوگوں کی فہرست میں داخل نہیں ہو سکتا جو شرعاً معذور سمجھے جاتے ہیں۔ البتہ ملازم معذور ہے۔ اور اس کا آقا اگر مسلمان ہے۔ اور پھر اس کو جماعت میں شامل نہیں ہونے دیتا تو اس کا بوجھ آقا کی گردن پر ہے۔ لیکن اگر ملازم دکان کی حفاظت کرتا ہے اور آقا جماعت کے ساتھ نماز پڑھتا ہے تو پھر کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ ھذا ما عندی واللہ اعلم حضرت مولانا سید محمد داوٗد الغزنوی رحمۃ اللہ علیہ الاعتصام گوجرانوالہ ج ۴، ش ۴۷

[فتاویٰ علمائے حدیث](#)

جلد3ص28-33

محدث فتویٰ